شاتمِ اصحاب الرسول ﷺ

کا عبرت ناک انجام

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا
محمود الرشید عباسی حدوٹی صاحب حفظہ اللہ
مہتمم جامعہ رشیدیہ مناواں لاہور

اِدارہ آبِ حیات ٹرسٹ لاہور

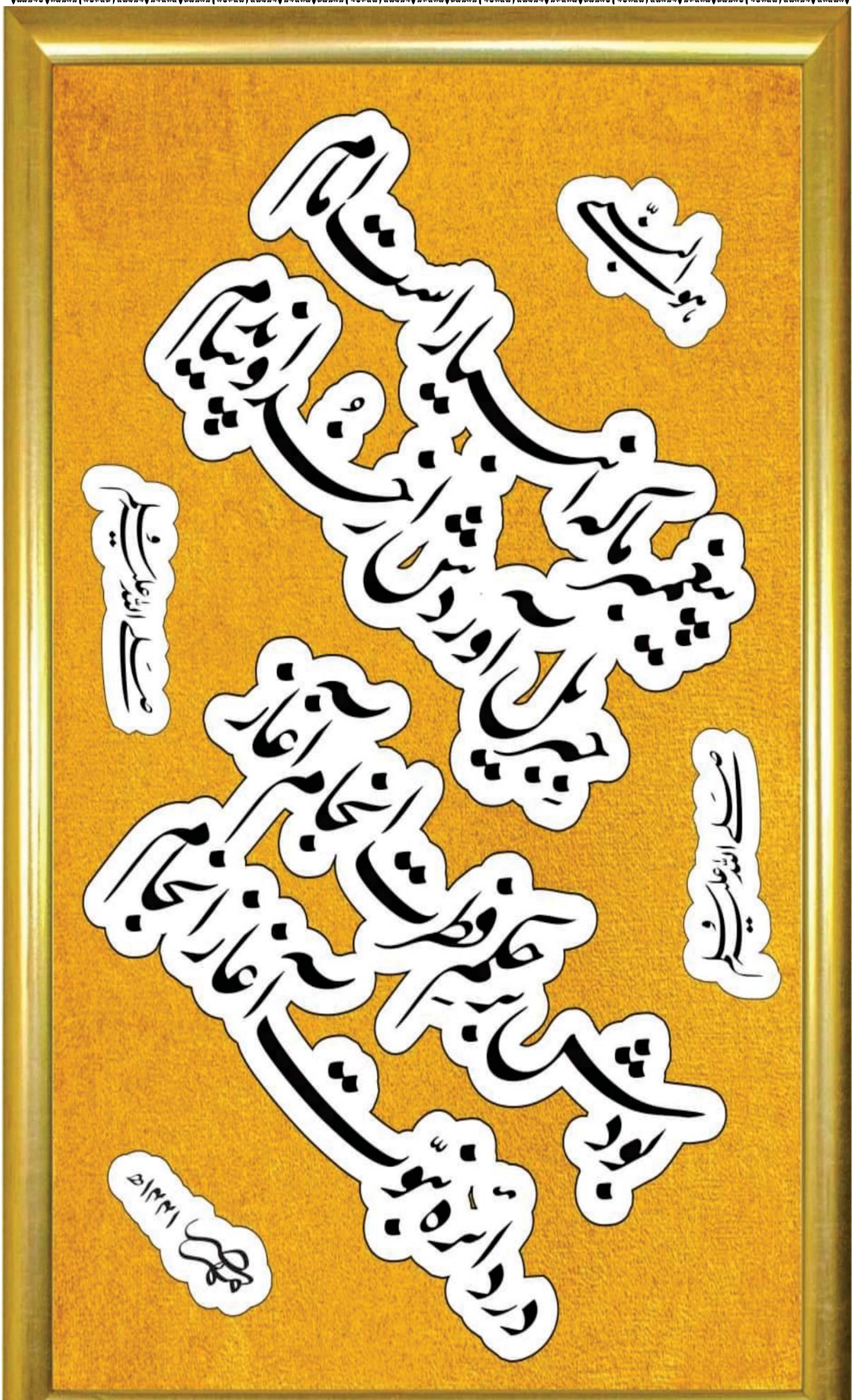

شاتم اَصحاب الرّسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا

عبرت ناک انجام

اس مضمون میں ان لوگوں کا عبرت ناک انجام بیان کیا گیا ہے جنہوں نے شیطانی چنگل میں پھنس کر جانے اورانجانے میں ، شعوری ولاشعوری ہر دونوں صورتوں میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی توہین، تضحیک اوراستہزا کیاہے، کسی بھی شکل میں ان کے شرعی مرتبے اور مقام کو گرانے کی ناپاک جسارت اوردیدہ دلیری کی ہے،ان پر تبرابازی کی ہے،ان پر لعن طعن کیا ہے، چاہے وہ اصحاب رسول تھے چاہے وہ اہل بیت اطہار تھے توہین، گستاخی اور بے ادبی کرنے والوں کا بہت ہی براانجام ہوا ہے، ہم نے تاریخ کے دریچوں سے ان شیاطین کے واقعات تلاش کر کے نذر قارئین کیے ہیں، انہیں پڑھیے اور عامۃالناس تک پہنچایئے۔از قلم: **محمود الرشید حدوٹی**

اَصحاب رسول ﷺ

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ پاکیزہ نفوس ہیں جن کو نبی ﷺ کی صحبت با برکت نصیب ہوئی، یہ وہ مقدس ہستیاں ہیں جن کی آنکھیں آپ ﷺ کے فیضِ دیدار سے منور ہوئیں،اور جنہیں آپ ﷺ کی صحبت ورفاقت نے جِلا بخشا،اور جنھوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام کے لیے تن من دھن کی بازی لگادی،وہ اخلاص وللہیت کے پیکر مجسم تھے،وہ ایسے عاشق رسول تھے کہ ان کی داستان عشق و فدائیت تا قیامت تر وتازہ رہے گی ، انہوں نے رسول ﷺ پر محبت و وارفتگی کے لیے ایسے نمونے چھوڑے کہ رہتی دنیا تک یہ مشام جان کو معطر کرتی رہیں گی۔

صحابہؓ کی شان میں قصیدہ خوانی کرتے ہوئے حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ "میں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی ایسی شان دیکھی ہے کہ میں تم سے کسی کو ان کے مشابہ نہیں پاتا، وہ صبح اس حال میں نظر آتے تھے کہ ان کے بال بکھرے ہوئے ہوتے، غبار آلود ہوتے،رات انہوں نے سجدے اور قیام میں گذاری ہوتی، کبھی اپنی پیشانیوں پر جھکے ہوتے تھے، کبھی اپنے رخساروں پر، قیامت کی یاد سے ایسے بے چین نظر آتے تھے جیسے انگاروں پر کھڑے ہوں،ان کی پیشانی (کثرتِ طولِ سجود سے) ایسی سخت وخشک معلوم ہوتی تھی جیسے بکری کی ٹانگ، اللہ کا نام لیا جاتا تو ان کی آنکھیں ایسی اشک بار ہو جاتیں کہ ان کے گریبان ودامان تر ہو جاتے،اور وہ اس طرح سزا کے خوف اور ثواب کی امید میں لرزتے ہوئے نظر آتے، جیسے تیز آندھی کے وقت درخت،ان کی آنکھیں فرطِ گریہ سے سفید تھیں،ان کے پیٹ روزوں کی وجہ

سے پیٹھ سے لگے ہوئے ہوتے، ان کے ہونٹ دعا سے خشک ہوتے، ان کے رنگ بے خوابی اور بیداری کی وجہ سے زرد ہوتے، ان کے چہروں پر اہل خشیت کی اداسی ہوتی، یہ میرے وہ بھائی ہیں جو دنیا سے چلے گئے، ہم کو حق ہے کہ ہم میں ان سے ملنے کی پیاس پیدا ہو، اور ہم ان کی جدائی پر ہاتھ ملیں" (نہج البلاغۃ، بحوالہ عظمت صحابہ نمبر)

یہ وہ محبوب جماعت ہے جسے دنیا ہی میں رضائے الٰہی کا پروانہ عطا کیا گیا، قیامت تک آنے والے لوگوں کے لئے ایک عظیم واسطے ہیں کہ ان کے بغیر دین و شریعت نا مکمل ہے، امت کو دین وایمان کا سرمایہ انہی مقدس نفوس کے واسطے سے ملا، اگر خیر القرون میں ان کی محنتیں اور قربانیاں نہ ہوتیں تو آج نہ جانے امت مسلمہ زیغ وضلالت کی کن کھائیوں میں جا گرتی، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی اسی رفعتِ شان اور عالی مرتبت صفات کے سبب ہر دور کے علمائے حق نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے عقیدت و محبت کو ایمان کا جزو قرار دیا ہے، ان سے محبت حب نبوی کی دلیل ہے اور ان سے بغض و نفرت نبی سے بغض وعداوت کے مترادف ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانثار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر سبّ وشتم (گالی گلوچ) کرنا، اُن پر تبرّا کرنا اور اپنی زبانوں کو اُن مقدّس ہستیوں کے خلاف استعمال کرنا یہ موجودہ دور کی پیداوار نہیں؛ بلکہ اس کی ابتداء اُسی دن سے ہوگئی تھی جس دن سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رضوان اللہ علیہم اجمعین نے امام الانبیاء حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہا تھا، اور اپنا سب کچھ اللہ اور اُس کے دین کی سربلندی کے لیے وقف کر دیا تھا، اُسی دن سے اسلام کے خلاف جہاں یہود ونصاریٰ اور مشرکین سرگرم ہوئے وہیں اسلام کا لبادہ اوڑھ کر چند لوگ جو اپنے دلوں میں دینِ اسلام کو مٹانے کی خواہش رکھتے ہیں اس مشن میں اُن کے ساتھ لگ گئے اور اپنے مذموم مقاصد کو بروئے کار لانے کے لئے انہوں نے پہلے

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدّس شخصیت کو مجروح کرنا چاہالیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہوسکے، کیونکہ اس طرح اُن کا نفاق اور کفر ظاہر ہو جاتااور وہ مسلمانوں میں گھل مل نہ سکتے تھے اسی لیے اُنہوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کواپنا ہدفِ تنقید بنایااور اُن کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کیا۔

ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخانہ کلمات کہےاور نامناسب تحریریں لکھیں، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس فرامین میں سیکڑوں احادیث اور تاریخی کتابوں میں بے شمار واقعات گستاخانِ صحابہ کے عبرتناک انجام کے بارے میں موجود ہیں، ذیل میں کچھ عبرت آموز واقعات ہدیۂ ناظرین کئے جارہے ہیں۔

اَبُوبکر و عمر کو بُرا کہنے کا انجام

کمال ابن القدیم نے تاریخ حلب میں بیان کیا ہے کہ: ابن منیر نامی شخص جو حضرات شیخین کو برا کہتا ہے، جب مر گیا تو حلب کے نوجوانوں کو ابن منیر کا انجام دیکھنے کا داعیہ پیدا ہوا، آپس میں کہنے لگے کہ ہم نے سنا ہے کہ جو شخص حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو برا کہتا ہے تو اس کا چہرہ قبر میں سؤر جیسا ہو جاتا ہے۔

اور ہم جانتے ہیں کہ ابن منیر حضرات شیخین رضی اللہ عنہ کو برا کہتا تھا، چلو اس کی قبر کھود کر دیکھیں کیا واقعی ایسا ہی ہے، جیسا کہ ہم نے سنا ہے، چنانچہ چند نوجوان اس پر متفق ہو گئے اور بالآخر انہوں نے ابن منیر کی قبر کھود ڈالی۔

جب قبر کھودی گئی تو کھلی آنکھوں سے دیکھا گیا کہ اس کا چہرہ قبلہ سے پھر گیا اور سؤر کی شکل میں تبدیل ہو گیا ہے۔ چنانچہ اس کی لاش کو عبرت کے لیے مجمع عام میں

لا یا گیا پھر اس کو مٹی میں چھپادیا گیا" (الزواجر: ۲/۳۸۳)

ایک مرد صالح نے بیان کیا کہ: ایک شخص کوفہ کا رہنے والا تھا، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو برا کہتا تھا، ہمارے ساتھ ہم سفر ہوا، ہم نے ہر چند اسے نصیحت کی لیکن وہ نہ مانا، ہم نے اس سے کہا کہ ہم سے تو علیحدہ ہو جا، چنانچہ جب ہم اس سفر سے واپس ہونے لگے تو ایک روز اسی ہم سفر کا ملازم نظر آیا، اس نے ہم سے کہا کہ ہمارے آقا کی تو عجیب حالت ہو گئی ہے، اس کے دونوں ہاتھ بندر کے مانند ہو گئے ہیں، پھر جب ہم اس کے پاس گئے اور اس سے گھر واپس چلنے کے لیے کہا، اس نے جواب دیا کہ مجھے عجیب مصیبت پہنچی ہے، اور اپنے دونوں ہاتھ آستین سے نکال کر دکھائے تو واقعی بندر کے مثل تھے، پھر وہ ہمارے ساتھ ہو لیا، لیکن راستے میں اس سے زیادہ عجیب تر واقعہ پیش آیا، ایک جگہ بہت سے بندر جمع تھے، جب ہمارا قافلہ وہاں پہنچا تو وہ سواری سے اتر کر بندر کی شکل میں ہو کر ان ہی کے ساتھ جاملا" (عظمت صحابہ نمبر ۹۶۱)

صحابی رسول ﷺ پر بہتان طرازی کا انجام

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جو حضور ﷺ کے رشتے میں ماموں ہوتے تھے، وہ مستجاب الدعوات تھے، حضور ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ! سعد کی دعا قبول فرما، ایک مجلس میں کچھ ناقدین معترضین لوگ بیٹھے تھے، جو حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی لڑائیوں پر تبصرہ کر رہے تھے، حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا بھائی! ان کو برا مت کہو، کیونکہ یہ اچھے لوگ ہیں، اور حضور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے جنتی ہونے کی بشارت دی ہے۔ایک شخص اصحاب تنقید میں سے جو بہت زور و شور سے بول رہا تھا،اس نے پھر نامناسب الفاظ کہے، سعد بن ابی وقاص نے پھر منع کیا،اس کے باوجود وہ بولتا ہی رہا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا اچھا اب میں بددعا کرتا ہوں، انہوں نے بددعا کی کہ اے اللہ ! یہ تیرے مخلص بندے ہیں، جن کے متعلق تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنتی ہونے کی بشارت دی ہے، یہ شخص ان کو برا کہہ رہا ہے، اگر واقعی یہ تیرے بندے تیری بارگاہ میں مقبول ہیں تو اس برا کہنے والے پر ایسا عذاب مسلط فرما جو دیکھنے والوں کے لیے عبرت بن جائے، پس اتنا کہنا تھا کہ سامنے اونٹوں کی قطار جارہی تھی،ان میں سے ایک اونٹ بگڑا، وہ ان کی قطار میں سے نکل آیا، ادھر ادھر دیکھا پھر اس شخص کو پکڑا اور اس کی کھوپڑی کو چبا گیا،اور چبا کر اس کو ختم کر دیا، پھر قطار میں جا کر مل گیا (عظمت صحابہ)

گستاخِ امام حسین رضی اللہ عنہ کا عبرتناک انجام

ابن جویزہ نامی شخص نے آکر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ آپ کو جہنم کی بشارت ہو، جواب میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے تو دو بشارتیں حاصل ہیں،ایک تو یہ کہ وہاں مہربان رب ہوگا،دوسرے وہ نبی وہاں موجود ہوں گے جو سفارش کریں گے،اوران کی سفارش قبول کی جائے گی۔

پھر سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس کے حق میں بددعا فرمائی کہ اے اللہ ! اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اس کو جہنم میں ڈال دے، چنانچہ اس کی سواری ایسی زور سے بدکی کہ وہ سواری سے اس طرح گر پڑا کہ اس کا پاؤں رکاب میں پھنس کر رہ گیا،

اور سواری تیز بھاگتی رہی، اور اس کا جسم اور سر زمین پر گھسٹتا رہا جس سے اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے گرتے رہے، اللہ کی قسم! آخر میں صرف اس کی ٹانگ رکاب میں لٹکی رہی۔

حضرت اعمشؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قبر پر پاخانہ کرنے کی گستاخی کی تو اس کے گھر والوں میں پاگل پن، کوڑھ اور خارش کی وجہ سے کھال سفید ہو جانے کی بیماری پیدا ہو گئی اور سارے گھر والے فقیر ہو گئے۔

حضرت اعمشؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی قبر مبارک پر پاخانہ کر جاتا تھا، کچھ ہی دنوں کے بعد یہ شخص مجنون ہو گیا، اور کتوں کی طرح بھوکتے ہی بھوکتے مر گیا، لوگوں کا بیان ہے کہ اس کی قبر سے اب بھی چیخنے کی آواز آتی ہے" (عظمت صحابہ نمبر ۹۶۸)

غرض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ مبارک ہستیاں ہیں کہ جن کی عبادات، جن کے معاملات، جن کی قربانیاں، حتیٰ کہ جن کا جینا اور مرنا صرف اور صرف ایک اللہ ربّ العزّت والجلال ہی کے لیے تھا، اس لئے ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کرنے سے بچنا چاہئے، اور ان سے عقیدت و محبت رکھنا اور ان کے نقش قدم پر چلنا ہر مسلمان کی شرعی ذمہ داری ہے۔

اسی دوران مجھے عالمی دعوت اسلامی کے لٹریچر سے ایک اور عبرت ناک واقعہ ملا، جو حضرات شیخین کریمین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے گستاخ کے بارے میں تھا کہ اس کا کس طرح عبرت ناک انجام ہوا، جسے دیکھنے والوں نے دیکھا اور عبرت کے لیے محفوظ کیا، یہ واقعہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔

حضرات شیخین کے گستاخ کا انجام

حضرت خلف بن تمیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، مجھے حضرت سیدنا ابوالحصیب بشیر رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ میں تجارت کیا کرتا تھا اور اللہ عزوجل کے فضل وکرم سے کافی مال دار تھا، مجھے ہر طرح کی آسائشیں میسر تھیں اور میں اکثر ایران کے شہروں میں رہا کرتا تھا، ایک مرتبہ میرے ایک مزدور نے مجھے خبر دی کہ فلاں مسافر خانے میں ایک شخص مر گیا ہے، وہاں اس کا کوئی بھی وارث نہیں، اب اس کی لاش بے گور وکفن پڑی ہے۔

جب میں نے یہ سنا تو میں مسافر خانے پہنچا، وہاں میں نے ایک شخص کو مردہ حالت میں پایا، اس کے پیٹ پر کچی اینٹیں رکھی ہوئی تھیں، میں نے ایک چادر اس پر ڈال دی، اس کے پاس اس کے کچھ ساتھی بھی تھے، انہوں نے مجھے بتایا: یہ شخص بہت عبادت گزار اور نیک تھا لیکن آج اسے کفن بھی میسر نہیں اور ہمارے پاس اِتنی رقم بھی نہیں کہ اس کی تجہیز وتکفین کر سکیں۔

جب میں نے یہ سنا تو اُجرت دے کر ایک شخص کو کفن لینے کے لئے اور ایک کو قبر کھودنے کے لئے بھیجا اور ہم اس کے لئے کچی اِینٹیں تیار کرنے لگے پھر میں نے پانی گرم کیا تاکہ اسے غسل دیں، ابھی ہم لوگ انہی کاموں میں مشغول تھے کہ یکایک وہ مردہ اُٹھ بیٹھا، اینٹیں اس کے پیٹ سے گر گئیں پھر وہ بڑی بھیانک آواز میں چیخنے لگا: ہائے آگ، ہائے ہلاکت، ہائے بربادی! ہائے آگ، ہائے ہلاکت، ہائے بربادی! جب اس کے ساتھیوں نے یہ خوفناک منظر دیکھا تو وہ وہاں سے بھاگ گئے۔ میں اس

کے قریب گیااور اس کا بازو پکڑ کر ہلایا، پھر اس سے پوچھا: تُو کون ہے اور تیرا کیا معاملہ ہے؟''

وہ کہنے لگا: '' میں کوفہ کا رہائشی تھااور بد قسمتی سے مجھے ایسے برے لوگوں کی صحبت ملی جو حضرات سیدنا صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیا کرتے تھے، ان کی صحبتِ بد کی وجہ سے میں بھی ان کے ساتھ مل کر شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیا کرتا اوران سے نفرت کرتا تھا۔

ابوالخصیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، میں نے اس کی یہ بات سن کر اِستغفار پڑھا اور کہا: اے بد بخت! پھر تو تجھے سخت سزا ملنی چاہیے اور تُو مرنے کے بعد زندہ کیسے ہو گیا؟ تواُس نے جواب دیا: میرے نیک اعمال نے مجھے کوئی فائدہ نہ دیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی گستاخی کی وجہ سے مجھے مرنے کے بعد گھسیٹ کر جہنم کی طرف لے جایا گیااور وہاں مجھے میرا ٹھکانا دکھایا گیا، وہاں کی آگ بہت بھڑک رہی تھی۔

پھر مجھ سے کہا گیا: عنقریب تجھے دوبارہ زندہ کیا جائے گا تاکہ تُو اپنے بد عقیدہ ساتھیوں کواپنے دردناک انجام کی خبر دے اور انہیں بتائے کہ جو کوئی اللہ عزوجل کے نیک بندوں سے دشمنی رکھتا ہے اس کا آخرت میں کیسا دردناک انجام ہوتا ہے، جب تُو ان کو اپنے بارے میں بتادے گا تو پھر دوبارہ تجھے تیرے اصلی ٹھکانے (یعنی جہنم) میں ڈال دیا جائے گا۔

یہ خبر دینے کے لئے مجھے دوبارہ زندہ کیا گیا ہے تاکہ میری اس حالت سے گستاخانِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عبرت حاصل کریں اور اپنی گستاخیوں سے باز آجائیں ورنہ جو کوئی ان حضرات کی شان میں گستاخی کرے گا اس کا انجام بھی میری طرح ہو گا۔

اِتنا کہنے کے بعد وہ شخص دوبارہ مردہ حالت میں ہو گیا، میں نے بھی اور دیگر لوگوں نے بھی اس کی یہ عبرتناک باتیں سنیں، اتنی ہی دیر میں مزدور کفن خرید لایا، میں نے وہ کفن لیا اور کہا:

میں ایسے بدنصیب شخص کی ہر گز تجہیز و تکفین نہیں کروں گا جو شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا گستاخ ہو، تم اپنے ساتھی کو سنبھالو میں اس کے پاس ٹھہرنا بھی گوارا نہیں کرتا

اِس کے بعد میں وہاں سے واپس چلا آیا پھر مجھے بتایا گیا کہ اس کے بدعقیدہ ساتھیوں نے ہی اسے غسل و کفن دیا اور ان چند بندوں ہی نے اس کی نماز جنازہ پڑھی، ان کے علاوہ کسی نے بھی نماز جنازہ میں شرکت نہ کی، اس کے بدعقیدہ ساتھیوں کی بدبختی دیکھو کہ وہ پھر بھی لوگوں سے پوچھ رہے تھے کہ تم نے ہمارے ساتھی کی نماز جنازہ میں شرکت کیوں نہیں کی؟

حضرت سیدنا خلف بن تمیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیدنا ابو الحصیب علیہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: کیا تم اس واقعے کے وقت وہاں موجود تھے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! میں نے اپنی آنکھوں سے اس بدبخت کو دوبارہ زندہ ہوتے دیکھا اور اپنے کانوں سے اس کی باتیں سنیں۔

یہ سن کر حضرت سیدنا خلف بن تمیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اب میں بھی اس بے ادب و گستاخ شخص کی اس بدترین حالت کی خبر لوگوں کو ضرور دوں گا۔

گستاخان شیخین رضی اللہ عنہما کے لیے کتے کی ڈیوٹی

حضرت مخلد بن حسین کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سفیان ثوری کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میرے مسجد کے راستے پر ایک باؤلا کتا تھا جو لوگوں کو کاٹتا تھا، میں ایک

دن نماز کے لیے مسجد جانے لگا تو راستے میں یہ کتا دیکھا تو میں اس سے ایک طرف ہو گیا، اس کتے نے مجھے کہا کہ اے ابو عبداللہ! تو گزر جا مجھے تو اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر مسلط کرنا ہے جو ابو بکر و عمر کو گالیاں دیتا ہے۔(النہی عن سب الاصحاب)

ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے گستاخ کا انجام

معروف عالم دین شیخ سبطین شاہ نقوی جو پہلے شیعہ تھے، بعد میں انہوں نے توبہ کرلی اور تشیع کو ترک کر دیا، وہ اپنا ایک واقعہ سناتے ہیں کہ ہمارے گھر میں میرا حقیقی ماموں جب فوت ہوا تو اس سے اس طرح کی آوازیں نکل رہی تھیں جیسے کوئی کتا بھونک رہا ہو، چہرے کا رنگ بدل گیا کیونکہ اس کا وطیرہ تھا کہ جب گھر میں کوئی کتا داخل ہوتا تو کہتا (معاذ اللہ) ابو بکر آگیا عمر آگیا، اتنی گندی زبان استعمال کرتا تھا اس لیے جب وہ مرا تو اس سے کتے کی آوازیں آتیں تھیں۔

گستاخ شیخین رضی اللہ عنہما کی توبہ کا واقعہ

عبداللہ بن ادریس رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ تشیع پھیلانے والے ایک شخص ابوالقاسم محرز کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ وہ کہتا ہے کہ میں نے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ دونوں مجھے پکڑ رہے ہیں، کہتا ہے کہ میں نے ان سے کہا کہ تم دونوں کو کیا ہو گیا؟ ان دونوں نے کہا کہ ہم دونوں تجھے دوزخ میں لے کر جائیں گے۔

اسی دوران کہ میں ان دونوں کے ساتھ تھا کہ اچانک علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہماری ملاقات ہو گئی، کہنے لگا کہ میں نے ابن عم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علیک سلیک کی، اہل بیت کی خیر خیریت دریافت کی۔

کہتا ہے کہ مولا علی رضی اللہ عنہ ان دونوں کی طرف متوجہ ہوئے تو ان دونوں سے پوچھنے لگے کہ آپ دونوں کا اس شخص سے کیا معاملہ ہے؟ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما نے مولا علی رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ یہ شخص ہم دونوں کو گالیاں دیتا ہے اور سب و شتم کرتا ہے، یہ سن کر مولا علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ میں اس صورت میں تجھے کچھ کام نہیں آسکتا، پھر وہ مجھے لائے یہاں تک کہ انہوں نے مجھے دوزخ پر کھڑا کر دیا، پھر دونوں مجھے کہنے لگے کہ تمہارا اٹھکانہ یہ ہے، یہ واقعہ تھا جس کے بعد میں نے کبھی بھی ان دونوں کا برائی کے ساتھ ذکر نہیں کیا۔ (النہی عن سب الاصحاب، ضیاء مقدسی)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گستاخ کا انجام

محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں بیت اللہ شریف کا طواف کر رہا تھا کہ ایک آدمی کو دیکھا، وہ دعا مانگ رہا تھا اور کہہ رہا تھا: اے اللہ! مجھے معاف کر دے لیکن میرا گمان ہے کہ تو مجھے معاف نہیں کرے گا۔

میں نے کہا: اے اللہ کے بندے! میں تجھے کیا کہتے ہوئے سن رہا ہوں؟ ایسا تو کوئی نہیں کہتا۔ اس نے کہا:

كُنْتُ أَعْطَيْتُ لله عَهْدًا إِنْ قَدَرْتُ أَنْ أَلْطِمَ وَجْهَ عُثْمَانَ إِلَّا لَطَمْتُهُ، فَلَمَّا قُتِلَ وُضِعَ عَلَى سَرِيرِهِ فِي البيت والناس يجيئون فيصلون عَلَيْهِ، فَدَخَلْتُ كَأَنِّي أُصَلِّي عَلَيْهِ، فَوَجَدْتُ خَلْوَةً فرفعت الثوب عن وجهه فلطمت وجهه وسجيته وَقَدْ يَبِسَتْ يَمِينِي. قَالَ ابْنُ سِيرِينَ: فَرَأَيْتُهَا يابسة كأنها عود.

میں نے اللہ سے یہ عہد کر لیا تھا کہ اگر مجھے قدرت ہوئی تو میں عثمان رضی اللہ عنہ کو تھپڑ ماروں گا (ان کی زندگی میں تو مجھے ایسا کوئی موقع نہیں ملا) لیکن جب وہ قتل ہو گئے اور

ان کی چار پائی گھر میں رکھی گئی تو لوگ آتے رہے اور آپ پر جنازہ پڑھتے رہے تو میں بھی داخل ہو گیا گویا کہ میں بھی جنازہ پڑھنا چاہتا ہوں، میں نے دیکھا کہ جگہ خالی ہے تو کفن کا کپڑا اٹھایا اور تھپڑ مار دیا اور پھر چہرہ ڈھانپ دیا، اب میرا یہ دایاں ہاتھ سوکھ گیا ہے، ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے اس بد بخت کا ہاتھ دیکھا وہ لکڑی کی طرح سوکھا ہوا تھا۔(تاریخ دمشق ۱۴۱/۱۸۰ البدایہ والنھایہ ۷/۱۹۱)

قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کا انجام

خلیفہ سوم، دامادِ رسول حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں اس شخص سے کیوں حیانہ کروں جس سے عرش کے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں، مگر اس وفادار انسان کو ظالموں نے گھر کے اندر گھس کے جام شہادت نوش جاں کروایا، تو ان انہیں قتل کرنے والے بھی اللہ کے عذاب سے بچ نہیں سکے، علامہ صلابی نقل کرتے ہیں:

وإن المتتبع لأحوال أولئك الخارجين علي عثمان رضي الله المعتدين عليه يجد أن الله تعالي لم يمهلهم، بل أذلهم و أخزاهم وانتقم منهم فلم ينج منهم أحد .«عثمان بن عفان شخصيته و عصره للصلابي : ٤١٩»

عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کرنے والے ان ظالم باغیوں کے حالات کا جو بھی جائزہ لے گا اس کے سامنے یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ اللہ تعالی نے ان ظالموں کو نہیں بخشا، بلکہ اللہ تعالی نے انہیں اسی دنیا میں ہی رسوا وذلیل کیا اور انتقام لیا، ان میں سے کوئی بھی بچ نہیں سکا۔

عثمان رضی اللہ عنہ کے گستاخ کا بھیانک انجام

منقول ہے کہ حجاج بن یوسف کا ایک قافلہ مدینہ شریف پہنچا، قافلہ والے تمام لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تربت کی زیارت کرنے اور فاتحہ خوانی کے لیے تربت

پر گئے، لیکن ان میں ایک حرماں نصیب شخص ایسا تھا جس کے دل میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بغض اور عناد تھا، وہ شخص توہین واہانت کے طور پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قبر پر دعا و زیارت کی خاطر نہیں گیا، لوگوں سے کہنے لگا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی قبر بہت دور ہے اس لیے میں نہیں جاؤں گا۔

جب یہ قافلہ اپنے وطن کے لیے واپس آنے لگا تو قافلہ کے تمام افراد خیر وعافیت اور سلامتی کے ساتھ اپنے اپنے وطن پہنچ گئے، لیکن وہ شخص جو آپ کی قبر انور کی زیارت کے لیے نہیں گیا تھ اس کا انجام یہ ہوا کہ راستہ میں ایک درندہ غراتا ہوا قافلے میں آگھسا، جس نے اس گستاخ کو اپنے دانتوں کی کچلیوں میں دبا کر دبوچا، پھر پنجوں سے اسے چیر پھاڑ کھایا، ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، یہ خوفناک منظر دیکھ کر اہل قافلہ نے بیک زبان ہو کر کہا یہ حضرت عثمانؓ کی بے ادبی اور بے حرمتی کا انجام ہے۔

(شواہد النبوت ص ۲۱)

امام حسین رضی اللہ عنہ کے گستاخ کا انجام

ابو رجاء عطاردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تم علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا نہ کہو اور نہ ہی ان کے گھر والوں کو، ہمارا ایک پڑوسی جو کوفہ سے آیا تھا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق کہنے لگا:

أَلَمْ تَرَوْا هَذَا الْفَاسِقَ ابْنَ الْفَاسِقِ؟ إِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُ، يَعْنِي الْحُسَيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، قَالَ: فَرَمَاهُ اللَّهُ بِكَوْكَبَيْنِ فِي عَيْنِهِ، فَطَمَسَ اللَّهُ بَصَرَهُ.

تم اس فاسق ابن فاسق کو نہیں دیکھتے جسے اللہ نے ہلاک کر دیا ہے، پس (اس گستاخی کی وجہ سے) اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ میں دو کیل (میخ) پھینکے اور اسے اندھا کر دیا۔

(فضائل الصحابہ لاحمد بن حنبل : ۹۷۲)

عبیداللہ بن زیاد کا انجام

وقت کا ظالم، بدمعاش، یزیدی گورنر، بصریٰ اور کوفہ دونوں کا والی، اہل بیت رسول ﷺ کے بے گناہ خون سے اپنے ہاتھ رنگین کرنے والا خونخوار درندہ عبیداللہ بن زیاد نے اپنے انسان نما بھیڑیوں سے وہ مظالم کروائے کہ تاریخ شرمندہ ہے۔

عبیداللہ بن زیاد ہی وہ شخص تھا جس نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کروایا تھا،

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حسین رضی اللہ عنہ کو ۶۱ ہجری میں عاشورہ محرم کے دن شہید کیا گیا تھا، پھر اللہ کا فیصلہ یہ ہوا کہ عبیداللہ بن زیاد کو بھی ۶۸ ہجری کو عاشورہ محرم کے دن ہی موت کے گھاٹ اتارا گیا، اسے ابراہیم بن اشتر نے ایک جنگ کے دوران قتل کیا اور اس کا سر مختار ثقفی کے پاس بھجوا دیا۔ (الاستیعاب: ۱/۳۹۷)

عمارہ بن عمیر بیان کرتے ہیں: جب عبیداللہ بن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر لائے گئے اور کوفہ کی ایک مسجد میں انہیں ترتیب سے رکھ دیا گیا اور میں وہاں پہنچا تو لوگ یہ کہہ رہے تھے:

قَدْ جَاءَتْ قَدْ جَاءَتْ، فَإِذَا حَيَّةٌ قَدْ جَاءَتْ تَخَلَّلُ الرُّءُوسَ حَتَّى دَخَلَتْ فِي مَنْخَرَيْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ زِيَادٍ، فَمَكَثَتْ هُنَيْهَةً، ثُمَّ خَرَجَتْ، فَذَهَبَتْ حَتَّى تَغَيَّبَتْ، ثُمَّ قَالُوا: قَدْ جَاءَتْ قَدْ جَاءَتْ، فَفَعَلَتْ ذَلِكَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا.

«سنن الترمذی ۳۷۸۰»

آیا آیا، تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سانپ سروں کے بیچ سے ہو کر آیا اور عبیداللہ بن زیاد

کے دونوں نتھنوں میں داخل ہو گیا اور تھوڑی دیر اس میں رہا پھر نکل کر چلا گیا، یہاں تک کہ غائب ہو گیا، پھر لوگ کہنے لگے: آیا آیا، اس طرح دو یا تین بار ہوا۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بارے میں جو امور و فتن بیان کیے گئے ہیں ان میں زیادہ تر صحیح ہیں، جن لوگوں نے آپ کو قتل کیا ان میں سے بہت کم ہی کوئی آفت و مصیبت سے بچا ہو گا، ان میں سے اکثر پاگل ہو گئے اور کوئی کسی موذی مرض میں مبتلا ہو گیا۔ (البدایہ والنھایہ: ۸/۲۰۲)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے گستاخ کا انجام

قاضی ابو طیب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہم جامع منصور میں ایک حلقے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک خراسانی نوجوان آیا تو اس نے جانوروں کے تھنوں میں دودھ روکنے کے مسئلے کے متعلق سوال کیا اور دلیل کا مطالبہ کیا تو ایک استدلال کرنے والے نے اس مسئلہ میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث پیش کی۔ تو وہ خبیث نوجوان بولا:

أَبُو هُرَيْرَةَ غَيْرُ مَقْبُولِ الْحَدِيثِ، قَالَ الْقَاضِي: فَمَا اسْتَتَمَّ كَلَامَهُ حَتَّى سَقَطَتْ عَلَيْهِ حَيَّةٌ عَظِيمَةٌ مِنْ سَقْفِ الْجَامِعِ فَوَثَبَ النَّاسُ مِنْ أَجْلِهَا

ابوہریرہ کی حدیث مقبول نہیں ہے، قاضی ابو طیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس نوجوان نے ابھی اپنی بات ابھی پوری ہی نہیں کی تھی کہ اتنے میں جامع مسجد کی چھت سے ایک بہت بڑا سانپ گرا تو لوگ اسے دیکھ کر بھاگنے لگے اور وہ نوجوان بھی اس سانپ کے آگے بھاگنے لگا، بعد میں یہ سانپ غائب ہو گیا۔ (المنتظم ج۱۸ ص۱۰۶)

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
کے گستاخ کا انجام

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل کوفہ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی، اس لیے عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو معزول کر کے عمار رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا حاکم بنایا، تو کوفہ والوں نے سعد رضی اللہ عنہ کے متعلق یہاں تک کہہ دیا کہ: وہ تو اچھی طرح نماز بھی نہیں پڑھا سکتے۔

چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بلاوہ بھیجا، آپ نے ان سے پوچھا: اے ابو اسحاق! ان کوفہ والوں کا خیال ہے کہ تم اچھی طرح نماز نہیں پڑھا سکتے ہو؟ اس پر آپ نے جواب دیا: اللہ کی قسم! میں تو انہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی طرح نماز پڑھاتا تھا، اس میں کوتاہی نہیں کرتا عشاء کی نماز پڑھاتا تو اس کی پہلی دو رکعات میں (قرأت) لمبی کرتا اور دوسری دو رکعتیں ہلکی پڑھاتا۔

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابو اسحاق! مجھ کو تم سے امید بھی یہی تھی، پھر آپ نے سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک یا کئی آدمیوں کو کوفہ بھیجا، قاصد نے ہر ہر مسجد میں جا کر ان کے متعلق پوچھا، سب نے آپ کی تعریف کی لیکن جب مسجد بنی عبس میں گئے، تو ایک شخص جس کا نام اسامہ بن قتادہ اور کنیت ابو سعدہ تھی کھڑا ہوا، اس نے کہا:

أَمَّا إِذْ نَشَدْتَنَا، فَإِنَّ سَعْدًا كَانَ لَا يَسِيرُ بِالسَّرِيَّةِ ، وَلَا يَقْسِمُ بِالسَّوِيَّةِ، وَلَا يَعْدِلُ فِي الْقَضِيَّةِ، قَالَ سَعْدٌ : أَمَا وَاللَّهِ لَأَدْعُوَنَّ بِثَلَاثٍ : اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ عَبْدُكَ هَذَا كَاذِبًا، قَامَ رِيَاءً وَسُمْعَةً، فَأَطِلْ عُمْرَهُ، وَأَطِلْ فَقْرَهُ، وَعَرِّضْهُ بِالْفِتَنِ، وَكَانَ بَعْدُ إِذَا سُئِلَ يَقُولُ : شَيْخٌ كَبِيرٌ مَفْتُونٌ أَصَابَتْنِي دَعْوَةُ سَعْدٍ،

قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ : فَأَنَا رَأَيْتُهُ بَعْدُ قَدْ سَقَطَ حَاجِبَاهُ عَلَى عَيْنَيْهِ مِنَ الْكِبَرِ، وَإِنَّهُ لَيَتَعَرَّضُ لِلْجَوَارِي فِي الطُّرُقِ يَغْمِزُهُنَّ.

جب آپ نے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھا ہے تو (سنیے) سعد نہ فوج کے ساتھ خود جہاد کرتے تھے، نہ مال غنیمت کی تقسیم صحیح کرتے تھے اور نہ ہی فیصلے میں عدل وانصاف کرتے تھے۔ (یہ سن کر) سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں (تمہاری اس بات پر) تین دعائیں کرتا ہوں۔ اے اللہ! اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے اور صرف ریا ونمود کے لیے کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر دراز کر اور اسے خوب محتاج بنا اور اسے فتنوں میں مبتلا کر، اس کے بعد (وہ شخص اس درجہ بدحال ہوا کہ) جب اس سے پوچھا جاتا تو کہتا: ایک بوڑھا اور پریشان حال ہوں مجھے سعد رضی اللہ عنہ کی بددعا لگ گئی ہے، عبدالملک نے بیان کیا: میں نے اسے دیکھا اس کی بھویں بڑھاپے کی وجہ سے آنکھوں پر آگئی تھیں، لیکن اب بھی راستوں میں وہ لڑکیوں کو چھیڑتا۔ (صحیح بخاری: ۷۵۵)

سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی گستاخ عورت کا انجام

سیدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک خاتون) اروٰی بنت اویس نے سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے خلاف دعویٰ کیا کہ انہوں نے اس کی کچھ زمین پر قبضہ کر لیا ہے اور مروان بن حکم کے پاس مقدمہ لے کر گئی تو سیدنا سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا میں اس بات کے بعد بھی اس کی زمین کے کسی حصے پر قبضہ کر سکتا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی؟ اس (مروان) نے کہا: آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا سنا؟ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے: جس نے کسی کی زمین ایک بالشت بھی ظلم سے حاصل کی اسے سات زمینوں تک کا طوق پہنایا جائے گا، تو مروان نے ان سے کہا: اس کے بعد میں آپ سے کسی شہادت کا مطالبہ نہیں کروں گا، اس کے بعد انہوں (سعید) نے کہا:

اللهُمَّ، إِنْ كَانَتْ كَاذِبَةً فَعَمِّ بَصَرَهَا، وَاقْتُلْهَا فِي أَرْضِهَا، قَالَ: فَمَا مَاتَتْ حَتَّى ذَهَبَ بَصَرُهَا، ثُمَّ بَيْنَا هِيَ تَمْشِي فِي أَرْضِهَا، إِذْ وَقَعَتْ فِي حُفْرَةٍ فَمَاتَتْ .

اے اللہ! اگر یہ جھوٹی ہے تو اس کی آنکھوں کو اندھا کر دے اور اسے اس کی زمین ہی میں ہلاک کر دے، عروہ نے کہا: وہ (اس وقت تک) نہ مری یہاں تک کہ اس کی بینائی ختم ہو گئی، پھر ایک مرتبہ وہ اپنی زمین میں چل رہی تھی کہ ایک گڑھے میں جا گری اور مر گئی۔(مسلم شریف)

محمد بن زید راوی کہتے ہیں: فَرَأَيْتُهَا عَمْيَاءَ تَلْتَمِسُ الْجُدُرَ تَقُولُ: أَصَابَتْنِي دَعْوَةُ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ، فَبَيْنَمَا هِيَ تَمْشِي فِي الدَّارِ مَرَّتْ عَلَى بِئْرٍ فِي الدَّارِ، فَوَقَعَتْ فِيهَا، فَكَانَتْ قَبْرَهَا «صحيح مسلم ١٦١٠»

میں نے اس عورت کو دیکھا وہ اندھی ہو گئی تھی، دیواریں ٹٹولتی پھرتی تھی اور کہتی تھی : مجھے سعید بن زید کی بددعا لگ گئی ہے۔ایک مرتبہ وہ گھر میں چل رہی تھی، گھر میں کنویں کے پاس سے گزری تو اس میں گر گئی اور وہی کنواں اس کی قبر بن گیا۔

مقامِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تمام مخلوق میں انبیاء اور مرسلین کے بعد سب سے افضل مقام و مرتبہ کے مالک ہیں، اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ان کا انتخاب فرمایا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت سے انہیں شرف یاب فرمایا، یہی وہ لوگ تھے جو اس امت میں سب سے زیادہ فہم و فراست کے مالک تھے، علم و تقویٰ کے کوہِ ہمالیہ تھے، پاک دل و پاکباز تھے، راہِ مستقیم پر گامزن تھے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی وہ لوگ تھے جو اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود کے نہ صرف پابند تھے بلکہ سب سے زیادہ حدود اللہ سے آگاہ بھی تھے، وہ اِنابت الی اللہ میں سبک رفتار تھے، حیاتِ دنیوی میں زُہد ان کی پہچان تھی، حیاتِ اُخروی کے دلدادہ اور شیدائی تھے۔

صحابی کا اعزاز اور افتخار ہی یہ ہے کہ اس نے اِیمان کی آنکھ سے چہرہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دِیدار کیا، حالتِ اِیمان میں صحبت و مجالست نبوی اختیار کی، ایمان کی حالت میں زندگی بسر کی، ایمان کی حالت میں ہی دار فانی کو چھوڑ کر دار البقاء کی سمت رخت سفر باندھا، انہی کو، انہی صفات کے حاملین کو ستاروں کے ساتھ مشابہت دی گئی، گویا صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین آسمان نبوت کے ستارے تھے، گلشنِ نبوی کے پھول تھے، انہی گلہائے رنگا رنگ سے چمنِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں رونقیں اور بہاریں تھیں۔

عرشِ بریں کا سب سے آخری پیام، قرآن کریم ان کی شان و مقام بیان کرتا ہے، قرآن ان کی شخصیات کو نکھارتا ہے، قرآنِ کریم کی سنہری آیات اور درخشندہ

بیانات ان کی فضیلت کو چار چاند لگاتے ہیں، فرموداتِ نبوی ﷺ میں ان کی عظمت ورِفعت کے تذکرے اِنسانی تن وجود میں مسرت وشادمانی کی لہر دوڑا دیتے ہیں۔

انبیاء ومرسلین کے بعد مخلوق خداوندی میں یہی وہ شخصیات ہیں جن جیسی کوئی اور شخصیات رب نے پیدا ہی نہیں کیں، یہ درسگاہ نبوی اور دانشگاہ مصطفوی میں تربیت پاکر میدان میں اترے تھے، ان جیسا تربیت یافتہ کوئی نہیں اور مصطفے کریم ﷺ جیسا مربی کوئی نہیں۔

ان خوش بختوں، خوش نصیبوں اور روشن بختوں کے جہاں بے شمار فضائل، محامد، محاسن اور مناقب ہیں وہاں ایک خوبی اور فضیلت یہ ہے کہ ان کی زندگانی، ان کی گفتار، ان کا کردار قرآن کی روشن تعلیمات کے مطابق تھا، یہ نقوش پائے مصطفے ﷺ پر گامزن ہوکر منزل مقصود کی سمت رواں دواں رہے، مصطفے کریم ﷺ کی زبان مبارک سے نکلنے والے الفاظ پر پہرہ داری ان کی اولین ترجیح ہوا کرتی تھی۔

یہی وہ مجاہدین فی سبیل اللہ تھے، داعی الی اللہ تھے، مبلغین اسلام تھے جنہوں نے دین مصطفوی کا نور اطراف واکناف عالم میں پہنچانے کی مساعی جمیلہ بروئے کار لائیں، کرہ ارضی سے شب ظلمت کافور ہوئی اور چہار سو اجالوں کا نور آیا تو انہی کے دم قدم سے، جس طرح رحمت کائنات ﷺ کی آمد سے قبل نشان نور گم تھا، ہر سو ظلمت کا راج اور بسیرا تھا ان لوگوں کی جانفشانی، تگ وتاز اور مساعی سے قبل دنیا اپنی اصل ڈگر سے ہل چکی تھی، یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے آفتاب رسالت مآب ﷺ سے روشنی لے کر دنیا کو عالم تاب بنایا، انہی لوگوں نے اسلام کا پھریرا چہار دانگ عالم میں بلند کیا، دین اسلام کو تحریف وتبدل سے بچانے کی کاوشیں انہی لوگوں نے بروئے کار لائیں، نہ دین میں اضافہ ہونے دیا اور نہ کمی ہونے دی، رحمت کائنات

پر نازل ہونے والی کتاب کامل و مکمل، آپ کی شریعت کامل و مکمل، آپ کا دین کامل و مکمل، وحی الٰہی بلا کم و کاست اللہ کی مخلوق تک پہنچائی۔

یہی وہ لوگ تھے جنھوں نے راہ خدا میں اپنا مال لٹایا، یہی وہ لوگ تھے جو پیامبر اسلام کی زبان مبارک سے نکلنے والے ایک ایک لفظ پر عمل پیرا ہونے کو نجات دارین کا ذریعہ خیال کرتے تھے، سب کچھ راہ خدا اور منشاء مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ڈھیر کر دیا تھا، نصرت اللہ اور نصرت رسول اللہ کے لیے ہمہ وقت مستعد اور تیار رہتے تھے، ایک طرف دین اسلام کو پروان چڑھانے پر کمربستہ تھے تو دوسری طرف دشمنان اسلام کی اسلام کے خلاف کی جانے والی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا قلع قمع کرتے تھے۔

اِشاعتِ اِسلام، دفاعِ اِسلام، ترویجِ اِسلام کی خاطر انھیں بھاری بھر کم قربانی دینا پڑی، آزمائشوں کی جانگسل وادیاں عبور کرنا پڑیں، مصائب وآلام کی چکیوں میں پستے رہے، رحمت کائنات کے عشق و محبت میں، دین اسلام کی سربلندی کے لیے آنے والی تکالیف کو ہنس کر سہہ لیتے تھے، دکھ اٹھاتے تھے، تحمل اور برداشت سے کام لیتے تھے۔

انہی کو مصابیح الدجیٰ کہا گیا، یہی شب ظلمت وتاریک میں چراغ سحر تھے، یہ راہ ہدایت کے چراغ تھے، راہبران ملت تھے، یہی وہ قُدوہ اور اُسوہ تھے جن کی اِقتدا اور پیروی کی جاتی تھی، یہی وہ لوگ تھے جن کی صفت و ثناء، مدح وتوصیف خود پروردگار کرتا ہے، یہی وہ جانباز سپاہی اور فدائی تھے جن کے چرچے اور تذکرے زبان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رقصاں تھے، ان کے محامد اور محاسن کو قرآنی شہ پاروں میں تلاش کرو، رب العالمین انہی کو سابقون الاولون سے خطاب کرتا ہے، یہی لوگ دین الٰہی کی خاطر گھر بار چھوڑنے پر مجبور کیے گئے تھے، یہی وہ لوگ تھے جو سرزمین مکہ کو

چھوڑتے ہوئے اپنے کریم آقا ﷺ کی اقتدا میں اداسی سے مکہ کے پہاڑوں کو دیکھ رہے تھے، سرزمین مکہ کو بوجھل دل سے دیکھ رہے تھے، پھر نقوش پائے مصطفےٰ کریم ﷺ پر گامزن ہو کر، شاہراہ ہجرت پر قدم رکھتے ہوئے وداع کی گھاٹیوں تک جا پہنچے، جہاں مدینہ کے لوگوں نے ان کے لیے دِیدہ ودِل فرشِ راہ کیے۔

مدینہ کے لوگوں نے اپنا سب کچھ ان کے سپرد کرنے کی آفر کر دی تھی، حتی کہ جس کے عقد میں دو بیویاں تھیں ایک کو طلاق دے کر اپنے مہاجر بھائی کے ساتھ شادی کرانے کی پیش کر دی، انہی کو رضائے خداوندی کا پروانہ ملا، انہی کے لیے جنت کے باغات کی بشارت سنائی گئی، جنت بھی دلکش و دلربا، جس میں نہریں رواں دواں ہیں۔

انہیں یہ اعزاز وافتخار ملا کہ یہ جنت میں سدا آباد و شاد رہیں گے، کامرانی اور فائزالمرامی ان کا مقدر بن گئی، انہیں مفلحون (کامیاب) قرار دیا گیا، انہیں فائزون (فائزالمرام) قرار دیا گیا، انہیں متقون (اہل تقویٰ) قرار دیا گیا، انہیں راشدون (ہدایت یافتہ اور ہدایت پھیلانے والے) کہا گیا، انہیں صائمین قرار دیا گیا، انہیں نمازی، حاجی، مجاہد فی سبیل اللہ اور غازی قرار دیا گیا۔

یہ کریم نبی ﷺ کی معیت اور صحبت رکھنے والے، کفار پر شدید، باہم یک دگر شیر و شکر، ان کا الٹنا پلٹنا اور پلٹ کر جھپٹنا اگر دیکھنا ہے تو انہیں حالت سجدہ میں دیکھو، جہاں یہ بارگاہ رب العالمین میں سجدہ ریز ہوتے ہیں، یہ ساری دنیا سے کٹ کر اگر کسی آستانہ یہ اپنی جبین نیاز خم کرتے ہیں تو وہ اللہ کی ذات ہے، ان کا مقصد حیات رضائے مولا از ہمہ اولیٰ ہے، یہ فضل ایزدی کے متلاشی ہیں، ان کی پیشانیوں پر نشانہائے سجود ثبت ہیں۔

ان کی جرأت رندانہ کے تذکرے تورات میں چمکتے ہیں،ان کی گفتار و کردار کے چرچے زبور کے شہ پاروں میں نمایاں ہیں،ان کی ولولہ انگیزی اوراطاعت شعاری کے تذکرے انجیل میں دمکتے ہیں، گلشن نبوی کے ان پھولوں کی مثال ابتدائی زمانہ میں کمزور کھیتی جیسی تھی، جنہیں باغباں، گلشن کے پاسباں اور باغ کے مالک نے اپنے دست مبارک سے سینچا،اسے پروان چڑھایا،اسے مضبوط کیا،ایک وقت آیا کہ باغباں اور گلشن کے پاسباں کی شبانہ روز مساعی نے اس کھیتی کو طاقت ور بنادیا۔

اس کھیتی کی ہریالی اور شادابی کو دیکھ کر باغباں مسرت اور شادمانی کا اظہار کرتا ہے، مگر اعدائے اِسلام، کفار، منکرینِ خدا ورسول اس بڑھتی،پروان چڑھتی ، پھلتی پھولتی کھیتی کو دیکھ دیکھ کر تلملاتے ہیں،پشیمان ہوتے ہیں،غیظ وغضب سے لوٹ پوٹ ہوتے ہیں،ان لوگوں کی کامرانی سے ان کے سینوں پر سانپ لوٹتے ہیں،انہی صاحبانِ ایمان وایقان سے رب العالمین کا عہد وپیمان ہے کہ میں انہیں معافی کا پروانہ دیتاہوں اوراجر عظیم سے نوازتاہوں،دیکھوذرا سورۃ الفتح کی آیت ۲۹

ان خوش نصیبوں کے چمکتے دمکتے،درخشاں اورتاباں بخت دیکھو،ان کے چمکتے اورنرم ونازک ہاتھوں کا منظراس سمے دیکھتے جب مدینۃ النبی سے کچھ فاصلے پر یہ لوگ حدیبیہ کے مقام پرایک ببول کے درخت تلے موجود تھے،جب ان کے کانوں کی دہلیز سے جودوسخا کے کوہ ہمالیہ عثمان بن عفان کی شہادت کی اطلاع ٹکرائی توانہوں نے اپنے آقار حمت کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دست مبارک پراپنے ہاتھ رکھ کر بیعت کی۔

یہ وہی خوش بخت لوگ تھے جن کے ہاتھوں پراللہ نے اپنا ہاتھ قرار دیا،انہی کواہل ایمان کہا گیا،انہیں کے دلوں کی صفائی، ستھرائی اور تزکیہ کورب العالمین نے

بیعت الرضوان کے موقع پر عالم آشکارا کیا، انہی پر سکینہ کا نزول فرمایا، انہی کی حکمت وتدبر کو فتح مبین قرار دیا، دیکھو ذرا سورۃ الفتح کی آیت ۱۸)

انہی خوش بخت اور چمکتے مقدر والوں کو صدیق، فاروق، ذی النورین اور شیر خدا کہا گیا، انہی کا نام لے لے کر جنت کا مژدہ جانفزا سنایا گیا، انہی کے احسانات کا بدلہ بروز محشر رب تعالیٰ اتاریں گے، انہی کی نیکیوں کو آسماں کے ستاروں سے تشبیہ دی گئی، انہی کی جرأت، بہادری، شجاعت اور بسالت کو دیکھتے ہوئے مشک وعنبر سے دھلی زبان نبوی سے یہ جملہ نکلا تھا کہ فاروق تجھے دیکھ کر ابلیس راہِ فرار اختیار کر لیتا ہے، راستہ بدل لیتا ہے، انہی میں وہ پیکر صدق وصفا اور ہمالیہ جود وسخا عثمان تھا جس کے عقد میں پیامبر اسلام نے اپنی دو نور نظر، لخت جگر بیٹیاں دے دیں تھیں، دوسری کے سانحہ ارتحال پر پیامبر اسلام کی زبان سے یہ جملہ نکلا تھا کہ اگر میری دس بیٹیاں بھی ہوتیں اور ایک ایک کر کے انتقال کرتی رہتیں تو میں تیرے عقد میں پیش کرتا رہتا، یہی وہ جرأت وشجاعت کے پیکر تھے جن کے ہاتھ میں جب علم تھمایا تو خیبر کا قلعہ اکھاڑ کر تاریخ کے سنہری اوراق میں خیبر شکن کا لقب پایا، یہی وہ عظیم انسان تھے جن کو ہادی اور مہدی کے سنہرے القابات سے نوازا گیا۔

انہی کے لیے دفاعی حصار قائم کرتے ہوئے گلشن کے پاسبان نے اعلان فرمایا کہ انہیں سب وشتم کا نشانہ اور ہدف نہ بناؤ، اس ذات برحق کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تم جبل احد جتنا سونا لٹادو تو پھر بھی میرے جانثاروں، فداکاروں، رضاکاروں کے ایک سیر گندم یا آدھ سیر گندم کے برابر بھی نہیں، یہی وہ خوش نصیب تھے جنہیں ستارگانِ فلک سے تشبیہ دی گئی، کہ ستارگانِ فلک آسمان کی حفاظت کا سبب ہیں، جب ستارے بے نور ہو جائیں گے تو ہنگامہ محشر بپا

ہو جائے گا، جس کا انسانوں سے عہد و پیمان کیا گیا ہے، میں نگہبان ہوں اپنے جانثاروں کا، جس دن میں نے رخت سفر باندھ کر جنت میں بسیرے کر لیے تو وہ ہنگامہ محشر سمجھ لینا قریب سے قریب تر ہو کر رہے گا، میرے جانثار، رضاکار اور فداکار میری امت کے پاسبان اور نگہبان ہیں، جب میرے جانثار رخت سفر باندھ لیں گے تو پھر سمجھ لینا کہ ہنگامہ محشر بہت ہی قریب آ چکا ہے جس کا تم سے عہد و پیمان کیا گیا ہے۔

اے لکھاری، اے خامہ فرسا! یہ سوچ اور فکر کر، اپنے قاریوں اور پڑھنے والوں کو بھی متوجہ کر کہ ہماری صحابہ کرام سے متعلق کیا ذمہ داری بنتی ہے؟ صحابہ کرام سے متعلق ہمارے اوپر بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، انہی نیکوکاروں اور صالحوں کی بدولت بلا تعب و مشقت دین الٰہی ہم تک پہنچا، ان کا ہم پر بڑا حق ہے، اس لیے ضروری ہے کہ ہم ان کی عظمت کا خیال کریں، ان کے حق کا انکار نہ کریں۔

ایک ضروری چیز جس پر ہماری توجہات مرکوز ہونا چاہییں یہ ہے کہ ہم قرآن و سنت کی روشن اور درخشاں تعلیمات میں بیان کردہ عظمت و فضیلت صحابہ کرام کو دل و جان سے تسلیم کریں، ان کے فضائل کا اقرار کریں، جملہ صحابہ سے بلا تمیز محبت کا اظہار کریں، ان کی توقیر و تعظیم کریں، ان کے فضائل، محامد، محاسن اور مناقب کا صدق دل سے اقرار کریں، ان کی شانیں، ان کے تذکرے اسی آن بان سے کریں جس کے وہ مستحق ہیں۔

انہی پاک دل و پاک باز انسانوں کو جب اللہ نے رضی اللہ کہا تو ایمان کا تقاضا ہے کہ ہم بھی انہیں رضی اللہ کہیں، بلکہ رضی اللہ کی گردان کریں، اسی گردان سے دشمنانِ صحابہ کے پیٹوں میں مروڑ اٹھتے ہیں، ان کے لیے استغفار کریں، ان پر اللہ سے

رحمتوں کے نزول کی دعائیں مانگیں،ان پر تبرا بازی سے باز رہیں جس طرح کائنات کے کچھ خسیس لوگ فخریہ انداز میں کرتے ہیں اور تبرا بازی پر اصرار کرتے ہیں۔

ان ہستیوں کی قدر و منزلت میں کمی نہ کی جائے،یہ جن شرعی عظمتوں کے مالک ہیں وہ عظمتیں تسلیم کی جائیں،انہیں سب و شتم کا ہدف نہ بنایا جائے،انہیں طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بنایا جائے،ان پر بہتان نہ تراشے جائیں،ان پر الزامات کی بوچھاڑ نہ کی جائے،اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کہیں اور کسی موقع پر آپس میں الجھ پڑے، کہیں نوک جھونک ہو گئی،انسان ہونے کے ناطے کہیں پھسل گئے تو اس پر اپنے اندر کے بغض کو ظاہر نہ کیا جائے،اپنی زبانوں کو گندا نہ کیا جائے،اپنے درون خانہ کے گند کو سرعام نیلام کرنے کی کوشش نہ کی جائے،مشاجراتِ صحابہ کے باب میں اپنے کفر کو عیاں نہ کیا جائے، سکوت ہی بہتر ہے،مشاجراتِ صحابہ کے باب میں برائی سے تذکرہ کرنے کی بجائے بہترین تعبیر پیش کی جائے۔

بلاخوف تردید، بلاخوف لومۃ لائم عرض کرنے دیجیے کہ جوان جنتی ہستیوں کو برا کہے گا،انہیں گالیاں دے گا، ان پر سب و شتم کرے گا،انہیں باؤلے کتے کی مانند چاؤں چاؤں کرے گا تو وہ لعنت کا مستحق ٹھہرے گا،کالی کمبلی والے آقا مدنی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ جب تم کسی ایسے شریر کو دیکھو کہ وہ میرے صحابہ کو برا کہتا ہے، گالی دیتا ہے تو علی الاعلان ، برسرعام اسے کہہ دو کہ اللہ تیرے شر پر لعنت کرے۔

صحابہ کرامؓ کا دفاع کرنا،ان کی شان بیان کرنا،ان کی عزت و ناموس کی حفاظت کرنا ایمان کا تقاضا ہے، کیونکہ ایسا کرنے کا حکم دیا گیا ہے،جو ان پر سب و شتم کرے اس کو دندان شکن جواب دیا جائے،جو انہیں تکلیف پہنچائے اسے راہ راست پر لانے

کی کوشش کی جائے، جب تک شاتمان صحابہ توبہ نہ کرلیں، اپنے گناہ وجرم کی معافی نہ مانگ لیں ان کا سوشل بائیکاٹ کیا جائے، ہرحال میں ناموس صحابہ کادفاع لازم ہے، ان کے ساتھ حسن ظن رکھا جائے، آخروہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانثار ووفادار ہیں

مسلمان صحابہ کے نقوش قدم پر گامزن ہوں، ان کی اقتدا کریں، انہیں معیار ایمان ومعیار حق قرار دیا گیا ہے، جب آج سے ساڑھے چودہ صدیاں قبل صحابہؓ کے بغیر ایمان بارگاہ الٰہی میں ناقابل قبول تھا توآج کوئی مائی کالعل کیسے دعویٰ کرسکتا ہے کہ وہ صدیقؓ، فاروقؓ، عثمانؓ وعلیؓ اور ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہؓ کے بغیر مومن ہوسکتا ہے، یامومن کہلوا سکتا ہے، حالانکہ اس زمانے میں صحابہ کرامؓ کو ملنے والی بشارتوں کوسن کر کچھ لوگوں کے دلوں میں خیالات انگڑائیاں لیتے تھے کہ وہ بھی مسلمان ہوجائیں، مگر قرآنی پاروں میں اللہ کے فرامین کودیکھوتوسہی کہ کس طرح انہیں کہا گیا کہ تم اپنے کومومن نہیں کہلواسکتے، ہاں بس تم ظاہر ظاہر سے اسلام لائے ہو، پھرانہیں کہا گیا کہ تم ایمان لاناچاہتے ہو توصحابہ کرامؓ کی طرح ایمان لاؤ۔

کچھ لوگوں نے صحابہؓ کی کسرشان کے لیے ایک نیافتنہ کھڑا کیا ہے، وہ فلموں کے ذریعے صحابہ کے حالات کومنظر عام پرلائے تاکہ لوگوں کے دلوں میں صحابہ کرام کے بارے میں وہ امیج بٹھائیں جو ناپسندیدہ ہو، ان کے گھروں کواس انداز میں پیش کیا گیا کہ انسان نفرت کرے، ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ہم ان فلموں کودیکھیں نہیں، ہم فلموں پر کھل کر تنقید کریں، ان کامکمل بائیکاٹ کریں، صحابہ کرام بڑے ہی باکمال ولاجواب لوگ تھے، ان کی کوئی مثال پیش نہیں کی جاسکتی، وہ اپنی مثال آپ تھے، وہ آسمان نبوت کے درخشندہ ستارے تھے۔

ہاں صحابہ کرامؓ میں کچھ وہ تھے جو جبل ابوقبیس کے دامن میں شرف اسلام

سے مشرف ہوئے، کچھ وہ تھے جو دارارقم میں دائرہ اسلام میں آئے، کچھ مسفلہ کی گلیوں میں مسلمان ہوئے، کوئی صدیقی محنت وکاوش سے حلقہ اطاعت اسلام میں آئے، کچھ دوسرے صحابہ کی محنتوں وکاوشوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدمین مبارک میں پہنچے، کوئی مدینہ میں مسلمان ہوئے، کوئی فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے اور کوئی فتح مکہ کے بعد فوج در فوج دائرہ اسلام میں داخل ہوئے، سورۃ الحدید کی آیت ۱۰ کہتی ہے کہ فتح مکہ سے پہلے مال لٹانے والے اور بعد میں لٹانے والے برابر نہیں ہیں۔

فتح مکہ سے پہلے میدان کارزار میں اپنی شجاعت، بہادری اور دلیری کی داد وصولنے والے اور اپنے سینوں پر بسالت کے تمغے سجانے والے اور بعد میں آنے والے برابر نہیں ہو سکتے، فتح مکہ سے پہلے والے بڑے مراتب پاگئے، مگر فرق مراتب کے خیال کے ساتھ یہ ایمان وایقان ہے اپنا کہ سب ہی جنت کے راہی تھے، سب ہی جنت کے باسی تھے، سب ہی جنت کے حق دار تھے، اللہ نے سب کو جنت کا وارث بنا دیا، یوں کہنے دو کہ جنت جاگیر صحابہ کی ہے، رب کائنات نے جب کائنات کے ان بہترین لوگوں کو جنت دی تو اسے علم تھا کہ یہ کون لوگ ہیں، ان کی حرکات وسکنات کیا ہیں؟ان کا قول وقرار کیا ہے؟ان کی گفتار اور ان کا کردار کیا ہے؟ان کی صفات کیا ہیں؟ان کے قلوب واذہان کے بند دریچوں میں کیا ہے؟ان کی عبادت وریاضت کیا ہے؟ان کا تقویٰ اور زہد کیا ہے؟ان کی للہیت وخشیت کیسی ہے؟ان کی جلوت وخلوت کیسی ہے؟ان کی شب بیداری اور دن کی شہسواری کیسی ہے؟۔

کائنات کے سردار، دوجہاں کے والی، غریبوں کے مولا، یتیموں کے ملجاوماویٰ ، رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب وشتم کرنے والوں پر لعنت کے ڈونگرے برسانے کا حکم دیا ہے، ان کے اس شر پر لعنت کرنے کا حکم دیا ہے، وعید سنائی ہے ان بدنصیبوں کو جو ان پاکباز ہستیوں پر سب وشتم کرتے ہیں، ان پر طعن وتشنیع کے

مسموم نشتر چلاتے ہیں، نبی ﷺ کے عم زاد، ابن عباسؓ کی روایت سنو، ان کا فرمان ہے، رحمت دوجہاں نے فرمایا، جو میرے صحابہؓ کو گالیاں دے، اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔

مگر دکھ، افسوس، تعجب اور پریشانی یہ ہے کہ یہاں کوئی پرواہی نہیں کرتا، جب دشمنان صحابہؓ کی دشنام طرازیوں کا جواب دیا جاتا ہے تو وہ آگ بگولہ ہو جاتے ہیں، وہ چراغ پا ہو جاتے ہیں، انہیں یہ بات چبھتی ہے، وہ نہیں چاہتے کہ ہماری ہفوات، ہماری ہرزہ سرائیوں، ہماری مغلظات کا جواب دیا جائے، ہم اللہ کی کھلی دھرتی پر انسانیت کے محسنوں کی احسان فراموشی کرتے ہوئے ان کی شرعی عظمتوں کو پائمال کریں، ہم صحابہ کرامؓ پر دل کھول کر تبرا کریں ہمیں کوئی پوچھنے والا نہ ہو، پھر ڈھٹائی، جسارت، دیدہ دلیری کا یہ عالم ہے کہ کہا جاتا ہے ہم تبرا بازی آج سے تھوڑا ہی کر رہے ہیں، ہمیں تبرا بازی کرتے ہوئے چودہ سو سال گزر چکے ہیں، اب چونکہ سوشل میڈیا کا دور ہے، ہر چیز سوشل میڈیا پر عیاں ہو جاتی ہے، پھیل کر دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچ جاتی ہے، اس لیے ہماری تبرا بازی کا لوگوں کو علم ہو گیا ہے، ہم تو فلاں کو صحابی نہیں مانتے، ہم فلاں کو ماں تو مانتے ہیں مگر صحابیہ نہیں مانتے، العیاذ باللہ نقل کفر کفر نہ باشد۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں صراط مستقیم پر گامزن رکھے، ہمیں اپنے اسلاف صالحین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارا خاتمہ بالخیر فرمائے، ہماری تمام نیکیوں کو ہماری نجات و فلاح کا ذریعہ بنائے۔ آمین یارب العالمین

☆☆